مکالمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی وعصری اہمیت

Scholastic and Contemporary Significance of the Dialogue of Prophet

* سیدہ خضریٰ سیماب بخاری: پی ایچ۔ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ وعربی گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان۔khizrasemab@gmail.com

** ڈاکٹر حافظ عبدالمجید: اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ وعربی گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خانdrhafizabdulmajed@gmail.com

ABSTRACT

Dialogue is a unique feature of the methods that psychologists value most. In this they are discussed completely and intended to interact each other while being concentrated. The dialogue is the perfect expression of effective and meditative, reflective dialogue rather than writing and speech. The dialogue fully reflects the personality of the interlocutor his temperament, his knowledge, grace, thoughtfulness and outward appearance. This creates an atmosphere of insight and understanding. Islam is the preacher of peace and safety. Hazrat Muhammad (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) has in his perfect model set the ideas and principles that provide guidance in all walks of life. His (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم)Excellency's excelsior dialogues has made the society practically amended. The eloquence and comprehensiveness of his (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) conversation was matchless. In his dialogues he considered the psychology, circumstances and ideological concessions of the invitees in accordance with their rational approach. He(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) had negotiated with the Jews in his life and also with the delegations. His conversations are with the leaders of Quraysh and also with non-Muslims. In his assembly there were rich and poor. But he had not only changed their ideas to the extent of faith but also changed their ideology and system of thought. We examines the literal and contextual meaning of the Dialogue and knowledgeable and modern significance of dialogues of Rasol Allah (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) .

Keywords: Dialogue, Understanding, Morality,Comprehensiveness.

مکالمہ صنف ادب میں ایک منفرد خصوصیت کی حامل گفتگو ہے۔ ماہرین نفسیات نے توجہ مبذول کرانے کے جن طریقوں کی وضاحت کی ہے ان میں مکالمانہ انداز اور سوال وجواب کا اسلوب مخاطب کے ذہن وفکر کو متوجہ کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں متکلم اور سامع دونوں کو متوجہ رہنا پڑتا ہے۔ ہر ایک پورے انہماک سے اپنی بات کہتا اور سنتا ہے۔ تقریر و تحریر کے مقابلے میں یہ انداز اثر انگیزی میں کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ متکلم اور سامع کے

درمیان براہ راست گفتگو ہوتی ہے مزید برآں اس میں آمد کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ مکالمہ متکلم کی شخصیت اس کے مزاج، اس کے علم و فضل، فکر و نظر کی افتاد، اس کے ظاہر و باطن کے احوال غرضیکہ ہر پہلو کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ماحول کے تقاضوں کا بھی عکاس ہوتا ہے۔اس کے ذریعے افہام و تفہیم کا جو ماحول پیدا ہوتا ہے وہ کسی بھی دوسرے اسلوب و انداز سے ممکن نہیں اور یہ دعوت و تبلیغ کا موثر ذریعہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ نے ملت اسلامیہ کی زندگی کے ہر پہلو کے لیے راہنمائی فراہم کی ہے۔آپؐ نے اپنے مکالمات اور اپنی سیرت کے ذریعے معاشرے کی عملی اصلاح فرمائی۔آپؐ نے نہ صرف اللہ کی عطا کردہ راہنمائی کی روشنی میں اپنے اقوال وافعال سے معاشرے کو ذہنی و فکری اور علمی و عملی جلاء بخشی بلکہ انفرادی رویوں، عادات واطوار سے لے کر اجتماعی طرزِ عمل تک ہر پہلو کی اصلاح فرمائی۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکالمات ہر لحاظ سے ارفع واعلیٰ ہیں۔اگرچہ آپؐ کے مکالمات کو دوسرے مکالمات کی طرح منضبط اور مدون نہیں کیا گیا۔ یہ در بے بہا احادیث، سیر، شمائل، مغازی اور تاریخ کی کتب میں بکھرے پڑے ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمہ گیر ہیں۔ایک مفکر اور دانشور سے لے کر ایک عامی تک ان کے مطالعہ سے یکساں طور مستفید ہوتے ہیں۔ زیر نظر آرٹیکل میں مکالماتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی و عصری اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ عصرِ حاضر میں گم گشتگان آپؐ کے مکالمات اور ارشادات سے کیسے فیضان پاتے ہیں۔

مکالمہ کا لغوی مفہوم:

مکالمہ ایک خاص اصطلاح ہے جو عربی زبان کے سہ حرفی لفظ ک ل م سے مشتق ہے۔جس کا مطلب لفظ بات جملہ، قصیدہ، خطبہ، اجراء المحادثۃ بین، آپس میں بات چیت، گفتگو کرنا، یا ہم کلام ہونا ہے۔یعنی مکالمہ یکالمہ یا مکالمہ سے مراد گفتگو کرنا ہے۔[1]

ڈاکٹر احمد مختار معجم اللغۃ العربیۃ میں فرماتے ہیں:

كالمَ يكالم،مُكالمةً،فهومُكالِم،والمفعول مُكالَم،كالم الشّخصَ:خاطَبه وجاوبه"كالمهها تفيًّا{تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَالَمَ اللهُ-[2]

---

[1] فیروز الدین، فیروز اللغات (فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، س ن)، ص: ۶۹۶

Feroz ud din, Feroz al Lught(Feroz sons private limited, Lahore, s, n),p :696

[2] عمر فی (الدکتور) احمد مختار عبد الحمید، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ (عالم الکتب، ۱۴۲۹ھ) تحت مادہ، ک ل م

"مکالمہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے بمعنی جانبین سے مخاطب ہونا، گفتگو کرنا۔"

اسی طرح مولانا عبد الحفیظ بلیاوی بھی مصباح اللغات میں مکالمہ کا معنی گفتگو کرنا فرماتے ہیں۔[3] مولانا وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں مکالمۃ: گفتگو ، بات چیت، مکالمة تيليفونية: ٹیلیفون کال، ٹیلیفون بات چیت،مکالمة هاتفية: ٹیلیفون کال۔[4]لویس معلوف کہتے ہیں کالمہ، مکالمۃ: کسی سے گفتگو کرنا، کہا جاتا ہے۔ کانا يتصارمين فاصبحا يتكالمانوه دونوں ایک دوسرے کو چھوڑے ہوئے تھے پھر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگ گئے اور اس موقع پر يتكلّمانںهين کہا جائے گا۔[5] مکالمہ کیلئے انگریزی میں Dialogos یا Dialogueکا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لاطینی زبان سے لیا گیا ہے اور اس کا مفہوم گفتگو یا بات چیت کرنا ہے۔ مکالمہ کا لفظ سب سے پہلے افلاطون نے استعمال کیا۔[6] مکالمہ جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے دو یا دو سے زیادہ باتوں سے وجود میں آتا ہے۔ مکالمے کا مطلب کسی مسئلے یا صورت حال میں اتفاق رائے کے حصول کیلئے باہمی افہام و تفہیم کی کوشش ہے مکالمہ میں سننے اور کہنے دونوں کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اور دونوں کیفیات ہی اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ صرف بولنے سے افکار کا تبادلہ نہیں ہوتا اس کیلئے کوئی سننے والا بھی ہونا چاہیئے۔ اسی طرح صرف سننے والا ہی کافی نہیں ہے بولنے والے کا وجود بھی ضروری ہے۔

مکالمہ کی اصطلاحی تعریف:

مکالمے کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

"دو یا دو سے زائد افراد آپس میں بات چیت کریں، مکالمہ دو ملکوں اور دو قوموں کے مابین بھی ہوتا ہے اور صحافیوں کے درمیان بھی۔ اس وقت ٹاک شو اور ٹی وی چینل پر جو گفتگو ہوتی ہے وہ بھی مکالمے کی جدید شکل ہی ہے"[7]

Umar fe (Al daktor) Ahmad mukhtar Abdul Hameed, Mojim al Lughtah al Arbiyatah al Moasiratah (Aalim al kutab, 1429)،Tahta madah , kaaf, lam, meem

[3] بلیاوی، ابوالفضل مولانا عبد الحفیظ ، مصباح اللغات ، (المصباح، لاہور، س ن) تحت مادہ، کلم ، ص: ۷۴۹

Balilawi, Abo al Fazal Molana Abdul Hafeez, Misbah al Lughat, (Al Misbah, Lahore, s, n) Tahta Madah, Kalama, p : 749

[4] کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، القاموس الجدید (ادارہ اسلامیات, لاہور، س ن)، ص: ۶۲۰

Keranvi, Waheed Al Zaman Qasmi, Alqamos Aljadid (Idara Islamiat,Lahore, s, n), p :620

[5] لویس معلوف، المنجد فی اللغۃ(مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ، لاہور)، ص: ۹۰۸

Lolais Maalof, al Monjid fe al Lughatah (Maktabah Hbibiyah Rasheediyah, Lahore), p :908

[6] *From Dialogos to Dialogue: Greek,Roman and Byzantine studies 54.1(2014),p17,36.*

[7] *m.facebook.com/iwfpak/posts/1058654880928497:0 accessed 01-01-2021*

" مکالمہ دراصل گفتگو کا ایسا طریقہ ہے جس میں متکلم اور سامع کے درمیان براہ راست گفتگو ہوتی ہے اور حقائق پوری طرح نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ اب یا تو مخاطب مدِ مقابل کے مؤقف کو قبول کرلیتا ہے یا پھر دلائل کی بنیاد پر رد کر دیتا ہے۔ یہ مکالمہ افراد کے درمیان بھی ہو سکتا ہے، تہذیبوں اور مختلف مذاہب کے درمیان بھی" [8]

پروفیسر فیض اللہ منصور اپنے ایک تحقیقی مضمون میں مکالمات کی تعریف کچھ اس انداز میں بیان فرماتے ہیں:

" مکالمہ متکلم کی شخصیت، اس کے مزاج و مرتبہ، اس کے علم و فضل، فکر و نظر کی افتاد، اس کے ظاہر و باطن کے احوال غرضیکہ متکلم کے ہر پہلو کی بھرپور عکاسی کرتا ہے یہ ماحول کے تقاضوں کا بھی عکاس ہوتا ہے اس کے ذریعے افہام و تفہیم کا جو ماحول پیدا ہوتا ہے وہ کسی بھی دوسری صنفِ ادب میں ممکن نہیں نیز یہ تعلیم و تعلم کا بھی مؤثر ترین ذریعہ ہے" [9]

مکالمہ کے اہم عناصر:

مکالمہ کے تین بنیادی عناصر ہیں۔

- متکلم
- مخاطب
- موضوع/موضوعات

متکلم سے مراد کلام کرنے والا، مخاطب وہ ہے جس سے گفتگو کی جارہی ہو یعنی سامع، متکلم اور مخاطب کے درمیان عنوان بحث کو موضوع کہتے ہیں۔ یہ مکالمہ کا اہم ترین حصہ ہے موضوع کے بغیر مکالمہ مکمل نہیں ہو سکتا۔

مکالمہ کا تاریخی پس منظر:

عالمی ادب میں مکالمات کی فہرست زیادہ لمبی چوڑی نہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق اس کی ابتدا سسلی کے سوانگ ادب سے ہوئی یہ ناپید ہیں۔ ان کے بعد افلاطون جو سسلی کے سوانگ ادب سے واقف تھا اس نے مکالمات کو اپنی فکر کا ذریعہ اظہار بنایا وہ اپنی مشہور زمانہ اکیڈمی میں طلبہ کو مکالمات کے ذریعے اپنے فلسفیانہ افکار کی تعلیم دیتا تھا۔ افلاطون نے مکالمات کو ایک نیا اور منفرد اسلوب دیا [10] مکالمات کے حوالے سے بیسویں صدی میں سقراط، میخائیل، باختن اور مارٹن بوبر کے

[8] *hamariweb.com/articles/63772 . accessed 03-01-2021*

[9] فیض اللہ منصور (پروفیسر) نقوش رسولؐ نمبر ۷ (مکالماتِ رسولؐ) (ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۴ء)، ص: ۷

Faiz u Allah Mansoor(professor) Naqosh Rasol number 7 (Mkalmat Rasol s.a.a.w.)(Idara Frogh Urdu, Lahore,1984AS) ,p : 7

[10] *Cooper john M, plato complete works, indianapolis, 1997, accessed September 07, 2018*

نام اہم ہیں۔ مکالمے کی دوبارہ نمو میں ان کا کردار قابل ذکر ہے۔[11] اگر اسلامی فکر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کائنات کی ابتدا کے ساتھ ہی مکالمات کی ابتدا بھی ہو گئی تھی یعنی اگر دیکھا جائے تو مکالمہ کا آغاز خود اللہ سبحانہ کی ذات نے کیا ہے قرآن مجید کا ایک بہت بڑا حصہ مکالمات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکالمہ کے اس بنیادی اصول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔[12]

"پس میرے بندوں کو بشارت دے دو جو بات سنتے ہیں اور پھر اس میں بہترین کو چن لیتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا انبیاء السلام کے ساتھ مکالمہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا مختلف انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مکالمہ فرمایا ہے جن میں حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت محمدؐ قابل ذکر ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا ایک مکالمہ بطور مثال درج ذیل ہے۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓي اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ۔ [13]

"اللہ تعالیٰ: اے موسٰی کیا چیز تمہیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی! موسیٰ: عرض کی، وہ بس میرے پیچھے آ ہی رہے ہیں۔ میں جلدی کر کے تیرے حضور آ گیا ہوں اے میرے رب تاکہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ: اچھا تو سنو! ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر ڈالا۔"

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ مغربی مفکرین نے مکالمے کا اسلوب خود اسلام سے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ بواسطہ رسل اور ملائکہ اور رسولوں نے اپنی اقوام کے ساتھ بھی مکالمہ کا انداز اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مکالمات اپنی الہامی کتاب قرآن مجید میں نازل فرمائے اور اس کا ذریعہ رسولِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات با

---

[11] *James p zappen, The rebirth of Dialogue, state university of New York, 2004, accessed July 19,2018*

[12] سورۃ الزمر، ۳۹: ۱۸

Sorat Al zumar: 39: 18

[13] سورۃ طہٰ، ۲۰: ۸۵، ۸۳

Sorat Al taha, 20: 83-85

برکات ہے جو زمین پر اللہ کے پیامبر ہیں اور ان کے منہ سے ادا ہونے والے الفاظ بھی خدا کی مرضی اور منشا کے تابع ہوتے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اہم مکالمات:

آپؐ کے اقوال کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا جواب دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ آئندہ ایسا کوئی نمونہ سامنے آئے گا۔ جب قریش مکہ نے ابوالولید (عتبہ) کو آپؐ کے پاس بھیجا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور گفتگو کا آغاز کیا:

فقام إليه عتبة حتى جلس إلى رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فقال: يا ابن أخي إنك منا حيث قد علمت من السلطة في العشيرة والمكان في النسب، وإنك أتيت قومك بأمرع ظيم فرقت به جماعتهم وسفهت به أحلامهم وعبت به آلهتهم ودينهم وكفرت به من مضى من آبائهم، فاسمع مني أعرض عليك أمورًا تنظر فيها لعلك تقبل منها بعضها۔

" میرے بھتیجے تم ہمارے درمیان جس حیثیت کے مالک ہو وہ تمہارے علم میں ہے۔ تم نے اپنی قوم کو ایک ایسے فتنے میں مبتلا کیا ہے جس نے ان کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ تم نے ان کے آباء کو بیوقوف و احمق ٹھہرایا ہے۔ ان کے مذہب کی توہین کی ہے۔ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے۔ میں کچھ باتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں شاید تمہیں کوئی بات قبول ہو"۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: قل يا أبا الوليد أسمع۔ اس کے بعد اس نے آپؐ کے سامنے دولت، بادشاہت اور علاج کا خرچہ کی پیشکش کی۔ آپؐ غور سے سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو فرمایا: قال: أقد فرغت يا أبا الوليد؟ تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے؟ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا، جو کچھ تم نے میری بابت کہا اس میں ذرہ برابر صداقت نہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے سورۃ فصلت کی چند آیات پڑھیں اور سجدہ تلاوت فرمایا۔ تلاوت کے بعد آپؐ نے فرمایا:

ابوالولید! میں نے جو کچھ کہنا تھا تم نے سن لیا، اب تمہاری مرضی"۔

اس گفتگو کا اس پر جو اثر ہوا اس کا اظہار اس نے یوں کیا:

قد سمعت قولًا والله ما سمعت مثله قط، والله ما هو بالشعر ولا بالسحر ولا بالكهانة يا معشر قريش أطيعوني واجعلوها بي، وخلوا بين هذا الرجل وبين ما هو فيه فاعتزلوه، فوالله ليكونن لقوله الذي سمعت منه نبأ عظيم،

فإن تصبه العرب فقد كفيتموه بغيركم، وإن يظهر على العرب فملكه ملككم وعزه عزكم وكنتم أسعد الناس به۔[14]

آپؐ کا عتبہ کو یہ کہنا کہ (قل یا ابا الولید اسمع) اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ نے اس کے سارے مطالبات اور پیشکش کو غور سے سنا اور جب وہ کہہ چکا اور آپؐ کے جواب کا منتظر ہوا اور آپ نے اسے متوجہ پایا تو پھر دین حق کا پیغام بہترین اسلوب میں اس کے سامنے رکھا جس سے اس کا متاثر ہونا یقینی تھا۔ اس باہمی بات چیت اور گفتگو سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کی آپؐ نے عتبہ کو عمدہ نام سے یاد کیا جو اس کو محبوب تھا اور قریش کے ہاں اس کی جو قدر و منزلت تھی اس کا لحاظ رکھا۔ آپؐ کی دعوت میں اعتدال تھا اور آپؐ کی گفتگو کا انداز بھی معتدل و متوازن تھا یہ مکالمات آپؐ کی شخصیت، اخلاق حسنہ، علم و فضل اور خدا کی طرف سے عطا کردہ منصب جلیل کے آئینہ دار تھے۔ حضور اکرمؐ ہر خوبی سے آراستہ اور جملہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف تھے۔ آپؐ نے بھٹکے ہوئے انسانوں کو شرف انسانیت بخشا اور انہیں جہالت و عدوان اور فساد انگیزی سے نکال کر امن و محبت اور خیر خواہی کی تعلیم دی جس کی مثال ثمامہ بن اُثال ایک نجدی سردار کے ساتھ آپؐ کا مکالمہ ہے۔ جب وہ گرفتار ہو کر آیا تو اسے رسول اللہؐ کے حکم سے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے ثمامہ کہو کس حال میں ہو؟

ثمامہ :- ٹھیک ہوں اے محمدؐ! اگر مجھے قتل کردو تو یہ قتل ایک ایسے شخص کا ہوگا جو اپنی قوم کا سردار ہے۔ اگر احسان کرو تو اسے احسان فراموش نہیں پاؤگے اور اگر میرے بدلے مال چاہتے ہو تو جتنا بھی طلب کرو حاضر ہے۔

آپؐ نے اتنی ہی گفتگو فرمائی۔ ثمامہ کو اسی حال میں چھوڑا اور تشریف لے گئے دوسرے دن پھر تشریف لائے اور فرمایا۔

رسول اللہؐ :- بولو ثمامہ ! اب کیا خیال ہے؟

ثمامہ :- اے محمدؐ ! میرا اب بھی وہی خیال ہے جو میں بیان کرچکا ہوں اگر احسان کروگے تو مجھے شکر گزار پاؤگے۔

دوسرے دن بھی آپ ثمامہ کو اسی حال میں چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ تیسرے دن پھر وہاں آئے تو فرمایا۔

---

[14] ابن ہشام، عبدالمالک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (تحقیق، طہ عبدالرءوف سعد (دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۱ھ) ، ۱۳۲/۲

Ibn e Hshaam, Abdul Malik Bin Hshaam, Alseerat al Nabviyah le Ibn e Hshaam (Tehqiq, Taha abd al Raof Saad) (Dar al Jabal,Bairoot,1411H), 2/132

رسول اللہؐ: ثمامہ! کیا حال ہے؟ ثمامہ:۔ میں تو عرض کرچکا ہوں۔ رسول اللہؐ:۔ ثمامہ مبارک ہو۔ تمہیں رہا کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ کے حکم سے اسے رہا کر دیا گیا۔ ثمامہ مسجد کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں گیا وہاں پر غسل کیا اس کے بعد مسجد نبویؐ میں حاضری دی اور کہا۔

ثمامہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (حضور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا) یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج سے پہلے روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کسی چہرے پر غصہ نہ تھا لیکن آج آپؐ کا رخ انور میرے لئے محبوب ترین چہرہ ہے۔ خدا کی قسم آپ کے دین سے زیادہ مجھے کسی دین سے نفرت نہ تھی پر آج میرا محبوب ترین دین یہ ہے۔ خدا کی قسم آپؐ کے شہر سے زیادہ مجھے کسی دوسرے شہر سے نفرت نہیں تھی اب یہ شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔[15] آپؐ کا بیان نہایت سادہ و سہل اور پُر مغز ہوتا تھا اور تاثیر میں معجزہ الٰہی تھا۔ آپؐ کی باتیں سن کر پتھر دل بھی موم ہو جاتے اور آپؐ کا تعلیم دینے کا انداز بھی منفرد اور نرالا تھا۔ آپؐ تعلیم دینے کیلئے مکالمات کا انداز اختیار فرماتے کیونکہ وہ دیرپا اور اثر انگیزی میں زیادہ مؤثر ہیں۔

مکالمہ ذریعہ دعوت و تبلیغ:

عمرو بن عبسہ کا بیان ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی مجھے بُت پرستی سے نفرت ہو گئی۔ ایک اہل کتاب نے مکہ میں ایک نئے نبی کی پیش گوئیکی۔ میں اسی انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا کہ مجھے اسی اہل کتاب کی زبانی پتہ چلا کہ اسی نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔ میں مکہ کی جانب چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ تبلیغ فرمارہے ہیں۔ میں نے آپؐ کو اکیلا پایا تو گفتگو کا آغاز کیا۔

فقلت؛ما انت؟ عمرو:۔آپ کون ہیں؟قال:" انا نبی"۔ رسول اللہؐ: میں اللہ کا نبی ہوں۔قال:اللّٰہُ ارسلک؟ عمرو: کیا آپ کو اللہ نے مبعوث کیا ہے؟قال:"نعم"۔ رسول اللہؐ: بے شک میں خدائے لاشریک کا فرستادہ ہوں۔قلت: بما ارسلک؟ عمرو: آپؐ کی دعوت؟قال:"بان نعبد اللّٰہ،و نکسر الاوثان و دار الاوثان، و نوصل الارحام"۔ رسول اللہؐ: خدا تعالیٰ پر ایمان کہ وہ لاشریک ہے، بُت پرستی سے اجتناب، اپنوں سے محبت۔ قلت:فمنتبعک علی ھذا ؟ عمرو: کوئی شخص آپ پر ایمان بھی لایا ہے؟قال :" عبد و حریعنی ابا بکر و بلالا"۔رسول اللہؐ: ہاں! ایمان لانے والوں

[15] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، (دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ) حدیث: ۴۳۷۲

Al Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al Jame al saheeh, Kitab Al Maghazi (Dar Toq al Nijat,1422H), Hadith: 4372

میں ایک آزاد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) ایک غلام (بلال رضی اللہ عنہ) دونوں شامل ہیں۔قلت:وما الاسلام؟عمرو:اسلام کیا ہے؟قال:"طیب الکلام واطعام الطعام"۔رسول اللہؐ :ہر شخص کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، مساکین کی دیکھ بھال کرنا۔قلت: ما الایمان؟عمرو:اور ایمان؟قال: " الصبر والسماحة"۔رسول اللہؐ :اللہ کی راہ میں صبر و رضا سے کام لینا۔قال: قلت: فای الایمان افضل؟عمرو:اسلام کا سب سے اعلیٰ درجہ کون سا ہے؟قال: " من سلم المسلمون من لسانه ويده "۔ رسول اللہؐ :نہ کسی کو زبان سے دُکھ دو، نہ کسی کو ایذاء پہنچاؤ۔قال:قلت:ای الایمان افضل؟عمرو:ایمان کی رفعت کی کیا علامت ہے؟قال:"خلق حسن"۔رسول اللہؐ :اخلاق حسنہ عمرو: یارسول اللہؐ میں آپ کی تعلیمات پر ایمان لاتا ہوں۔اے اللہ کے نبیؐ مجھے بھی ابو بکر و بلال کی طرح اپنی رفاقت کا شرف بخشیں۔[16] آپؐ نے معاشرے کی عملی اصلاح فرمائی تاکہ عوام الناس اس لائق ہو جائیں کہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے عملی سانچوں میں ڈھال سکیں۔ اس مکالمے سے جہاں داعی اور مدعو کی ہمہ تن توجہ کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ مدعو کی نفسیات، حالات اور فکری و نظری رعایت کا کس قدر خیال فرماتے اور مدعی کو اس وقت جو صورت حال در پیش تھی اس کے مطابق آپؐ نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔

مکالمات ذریعہ اطلاع وآگاہی:

آپؐ اپنے مکالمات میں بھی عام فہم اور ہر شخص کی مدارج عقلی کے مطابق انداز اختیار فرماتے تھے اور سوال و جواب کا طریقہ کار اپناتے۔ کبھی تو یہ سوال و جواب براہ راست صحابہ سے کرتے اور کبھی بالواسطہ صحابہ کو اطلاع وآگاہی فراہم کرتے۔ اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپؐ کے پاس سائل بنا کر بھیجا جہاں ان کے سوالات واستفسارات سے دعوتی وتربیتی اصولوں کو اخذ کیا جا سکتا ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوابات سے اطلاع وآگاہی کے در وا ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ایک روز ہم جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اچانک ایک اجنبی وہاں آیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ حضورؐ کے گھٹنوں پر اس طرح رکھ دیئے جیسے پرانی شناسائی ہو اور یوں بات چیت شروع کی۔اجنبی: اے محمدؐ! اسلام کیا ہے؟رسول اللہؐ: اسلام یہ ہے کہ تم (دل وزبان) سے اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرو، فرض زکوۃ ادا

---

[16] احمد بن حنبل، المسند، حدیث: ١٧٠٢٧

Ahmad bin hanbal, Masnad al Imam Ahmad bin Hanbal, Hadith : 17027

کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر خدا توفیق دے تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اجنبی: سچ فرمایا آپ نے واقعی اسلام یہی ہے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ یہ عجیب ہے جو خود سوال کرتا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ اجنبی نے دوبارہ سوال کیا اجنبی: احسان کیا چیز ہے؟ رسول اللہؐ: اللہ کی عبادت اس طور کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پس اگر یہ مقام تمہیں حاصل نہ ہو تو پھر اس تصور کے ساتھ عبادت کرو گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اگر یہ کیفیت بھی پیدا نہ ہوسکے تو خدا کے متعلق اتنا یقین ضرور رکھو کہ وہ تمہارے قیام و سجود کو دیکھ رہا ہے۔ اجنبی: واقعی احسان کی حقیقت یہی ہے۔ اجنبی: ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ رسول اللہؐ: یہ یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ واحد اور لاشریک ہے، فرشتوں کو حق جانو، اللہ کے رسولوں اور اللہ کی کتابوں کی تصدیق کرو، آخرت کے دن، ہر خیر و شر کی تقدیر اور قیامت کا اقرار کرو۔

اجنبی: بے شک ایمان یہی ہے آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور ہاں قیامت کب آئے گی؟

رسول اللہؐ: اس کے متعلق میرا علم سائل کے علم سے زیادہ نہیں یہ ان پانچ چیزوں میں سے جن کا علم سوائے خالقِ ارض و سماء کے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

یقیناً صرف اللہ کے پاس ہے قیامت کے وقت کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے اور کسی نفس کو پتہ نہیں کل کیا ہوگا اور کسی نفس کو خبر نہیں کہ اس کی موت کب اور کہاں واقع ہوگی۔ یقیناً اللہ ہی ان باتوں کا پورا جاننے والا ہے اور ان کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔ اجنبی: حق بات فرمائی آپ نے۔ قیامت کی کچھ علامات ہی بتلا دیجئے؟ رسول اللہؐ: قربِ قیامت کی ظاہر اور واضح علامات یہ ہیں۔ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، چرواہے اس قدر مال و زر کے مالک ہوں گے کہ بڑی بڑی بلند و بالا عمارات تعمیر کرنے میں ایک دوسرے سے مسابقت کریں گے انجام سے غافل لوگ قوموں کی قسمت کے مالک ہوں گے۔ یہ گفتگو کرنے کے بعد اجنبی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ نہ اُس کے آنے کی خبر ہوئی اور نہ جانے کا پتہ چلا۔[17] رسول اللہؐ: اے لوگو! جانتے ہو یہ اجنبی کون تھا؟ هذا جبريل جاء ليعلم الناس دينهم[18] یہ جبرائیل امین تھے۔ اس لیے تمہاری محفل میں تشریف لائے کہ تمہیں دین کی تعلیم دیں۔ ایک روایت میں

[17] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان، والإسلام، والإحسان، وعلم الساعۃ، حدیث: ۵۰
Al Bukhari, Al Jame al Saheeh, Kitab al Eman,Bab Soala Jibraeel An Al Eman wa Al Islam wa Al Ihsan wa Ilm al Sa,aat, Hadith : 50

[18] مسلم، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان واشرائط الساعۃ، حدیث: ۱۰

ہے کہ آپؐ نے فرمایا: یا عمر اتدری من السائل؟ اور پھر آپؐ نے فرمایا: فانه جبریل اتاکم یعلمکم دینکم[19] اور ایک روایت میں ہے کہ اراد ان تعلمو اذ لم تسا لوا.

مکالمہ ذریعہ تعلیم وتدریس:

اسی طرح رسول اللہؐ اپنے صحابہ کو حسن اخلاق، حسن معیشت، شجاعت و بسالت، عدالت و فقاہت اور رحمت و مودت جیسی صفات سے متصف کرنا چاہتے تھے اس ضمن میں نبی اکرمؐ نے صحابہ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی کیونکہ نبیؐ کے تربیت یافتہ جوانان نے فارس وروم کی سلطنت کو فتح کیا اور اپنے اخلاق و کردار سے ان کے دلوں میں گھر کر لیا حضور پاکؐ جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے درج ذیل مکالمہ فرمایا:

آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تمہیں یمن کا عامل مقرر کروں وہاں تمہیں قسم قسم کے مسائل در پیش ہوں گے۔ جب تمہارے پاس کوئی مسئلہ آئے تو بتاؤ کس طرح فیصلہ کروگے؟ معاذ رضی اللہ عنہ:- یا رسول اللہؐ! اللہ کی کتاب کے مطابق۔ رسول اللہؐ: اگر تمہیں قرآن مجید میں اس کے متعلق کوئی نص صریح نہ ملے پھر؟ معاذ رضی اللہ عنہ: تو پھر سنت نبویؐ کی روشنی میں اس کو حل کروں گا۔ رسول اللہؐ: اگر سنت میں اس کا حل نہ پاؤ تو پھر؟ معاذ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسولؐ! پھر اس صورت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اس معاملہ میں مجھ سے کوتاہی نہ ہوگی۔ رسول اللہؐ (معاذ کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق بخشی۔[20] اس کے بعد آپؐ نے یمن والوں کے نام فرمان لکھنے کا حکم صادر فرمایا اور معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! عوام سے نرمی کا برتاؤ کرنا، سختی سے اجتناب کرنا، لوگوں کو خوش رکھنا تاکہ وہ متنفر نہ ہوں باہمی تعاون سے کام کرنا۔ مظلوم کی بددُعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔[21]

Muslim,Muslim bin hijaj, Al, Jame al Sahih, Kitab al Eman, Bab Bian al Eman wa Al Islam wa Al Ihsan wa Shrait Al Saat, Hadith: 10

[19] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان۔۔۔، حدیث: ٠

Muslim Al, Jame al Sahih, Hadith: 8

[20] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی (دار الغرب الاسلامی، بیروت، ١٩٩٨ء) حدیث: ١٣٢٧

Tirmizi, Muhammad bin Eesa, Sunan Tirmizi, Abwab al Ahkam, Bab Ma jaa fe Al Qazi Kaif Yaqzi(dar al gharb al islami, Bairoot,1998) hdith: 1327

[21] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ و معاذ بن جبل الی الیمن قبل حجۃ الوداع، حدیث: ٤٣٤٧

Al Bukhari, Al Jame al Saheeh, Hadith: 4347

مکالمہ ذریعہ امتحان و آزمائش:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکالمات کی ایک نمایاں خوبی آپؐ کی بات چیت میں آزمائش و امتحان کا انداز ہے۔اس کے دو پہلو ہیں: پہلا تو یہ کہ سوالات و استفسارات کے ذریعے آپؐ کی آزمائش کی گئی اور آپؐ نے انتہائی مدلل گفتگو سے ان کا جواب دیا حتیٰ کہ مخالفین گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئےاس کی مثال یہودی کا یہ مکالمہ ہے:

صفوان بن عسال مراوی کہتے ہیں ایک یہودی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو ہم ان سے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ[22] کا مطلب دریافت کریں گے۔وہ بولا خدارا ایسا غضب نہ کرنا نبی مت کہو اگر کہیں انھوں نے تیری زبان سے نبی کا لفظ سن لیا تو وہ بہت مسرور ہوں گے۔ وہ دونوں حضورؐ کے پاس آئے اور گفتگو کا آغاز کیا۔

یہود:-درج بالا آیات سے کیا مراد ہے؟

رسول اکرمؐ:-ان سے مراد وہ احکام ہیں جو موسیٰؑ پر نازل کیئے گئے وہ احکام یہ ہیں۔

کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، کسی محترم جان کو قتل نہ کرو مگر یہ کہ حق ہو، سحر کا عمل نہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی بے گناہ کر پکڑ کر کسی حاکم کے پاس اس لیے نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کر دے۔ کسی پاکباز عفیفہ عورت پر تہمت مت لگاؤ، جہاد میں پشت نہ پھیرو۔ تمہارے لیے ایک خصوصی حکم بھی ہے کہ شنبہ کے دن شکار کھیلنے کا جواز پیدا کرنے کیلئے شریعت کی حدود مت توڑو۔

یہود:-(حضورؐ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیتے ہوئے) ہم گواہی دیتے ہیں آپ بے شک برحق نبی ہیں۔

رسول اللہؐ:-تو پھر میری اتباع میں کون سی چیز تمہیں مانع ہے۔

یہود: حضرت داؤد کی یہ دعا کہ اُن کی نسل میں ہمیشہ نبوت رہے گی۔ ہمارے لیے روک ہے اگر ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں تو ہمیں خوف ہے کہ کہیں یہودی ہمیں مار ہی نہ ڈالیں۔[23]

---

[22] سورۃ البقرہ، ۲: ۸۷

Sorat Al baqrah, 2: 87

[23] بیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، السنن الکبری (تحقیق: محمد عبد القادر عطا)، باب ما جاء فی الاستعانۃ بالمشرکین (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ) حدیث: ۱۶۶۷۳

دوسرا پہلو آپؐ کا صحابہ کی آزمائش سے تھا۔ کبھی آپؐ صحابہ کرام سے کسی چیز کے بارے میں پوچھتے حالانکہ آپؐ اس بات کو جانتے تھے۔ ان سوالات کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ ان کی ذہانت اور قوت فکر کو بیدار کریں، دماغ کو حرکت دیں اور گفتگو کے انداز میں ان کو جام پلائیں تاکہ یہ اندازہ لگا سکیں کہ ان کی قبول علم کی صلاحیت کتنی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کھجور کا مغز لایا گیا، آپؐ نے کھجور کھاتے ہوئے فرمایا، درختوں میں ایک ایسا ہرا بھرا درخت ہے اس کی خیر وبرکت اور نفع مسلمان کی خیر وبرکت اور نفع کی طرح ہے۔ اس کا پتہ نہ گرتا ہے نہ ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے۔ وہ مسلمان کی مثل ہے تم بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: لوگوں کے ذہن صحرا کے درختوں کی سوچ میں پڑ گئے کہ ایسا کون سا درخت ہو سکتا ہے۔ کسی نے کسی درخت کا نام لیا کسی نے کسی کا۔ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہو سکتا ہے، جی میں آیا کہ کہوں لیکن پھر میں نے دیکھا کہ مجلس میں معمر لوگ موجود ہیں۔ لہٰذا کہنے میں لحاظ معلوم ہوا۔ حاضرین نے عرض کی، اللہ کے رسولؐ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا یہ کھجور کا درخت ہے۔[24] اس مکالمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ عام حاضرین سے سوال کرکے ان کی سمجھ اور فہم کا ادراک کرتے اور انھیں سوچنے اور توجہ کرنے کا شوق دلاتے۔ پھر جو بات ان کی سمجھ میں نہ آتی اس کی وضاحت کرتے۔ دوسرا مثالیں اور تشبیہات بیان کرکے ان کی سمجھ کو بڑھاتے تاکہ بات ذہن میں بیٹھ جائے اور قوت فکر مرکوز رہے۔

مکالمات رسولؐ کی عصری اہمیت:

اسلام امن وسلامتی، رواداری اور صلح پسندی کا دین ہے۔ یہ دینِ مکالمہ ہے۔ رسالت کا مطلب ہی پیغام ہے اور پیغام کا ابلاغ بغیر مکالمے کے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ اللہ کی آخری کتاب قرآن پاک صحیفہ دعوت ومکالمہ ہے اور رسول کریمؐ کی تبلیغی سرگرمیاں درحقیقت مشرکین ونصاریٰ جیسے مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کے حامل گروہوں سے آپ کے مکالمے ہی تو تھے جن کا مرکزی نکتہ فوز وفلاح کی طرف بلانا تھا۔ مکالمہ دراصل رسول اللہؐ کا اسوہ حسنہ ہے۔ آپؐ نے مشرک اور اہل کتاب بادشاہوں کو کثرت سے مراسلے بھجوائے، ان کے ساتھ سفارتی وفود کے تبادلے کیے اور اہل کتاب کے وفود کے

Behiqi, Ahmad bin al Hussain, Al Sunan al Kubra(tehqiq: Muhammad Abdul Qadir Ata) Bab Ma jaa fe al Istaanatah Bil Mushrekeen(Dar al Kutab al Ilmiyah, Bairoot, 1424 H) Hadith: 16673

[24] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، حدیث: ۱۳۱

Al Bukhari, Aljame al saheeh, Hadith : 131

ساتھ مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ پر مذاکرات فرمائے یہ بین المذاہب اور بین الاقوام مکالمے کی درخشندہ مثال ہے۔ سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے۔ جو کسی شخص واحد کا دستور زندگی نہیں بلکہ جہانوں کیلئے ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا اسی حد تک انسانی زندگی کی دستوری و ہمواری کیلئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔ موجودہ دور میں مسلمانوں پر انتہا پسند اور متشدد ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اور اسلامائزیشن کے نام پر بدنام کیا جارہا ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور سیرت طیبہ شاہد ہیں کہ یہ وہ واحد دین ہے جو اپنے ماننے والوں اور نا ماننے والوں کو برابر انسانی حقوق فراہم کرتا ہے حضورؐ کے نزدیک مکالمے کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے صحابہ کو دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم دیا کیونکہ دعوت و تبلیغ اور باہمی مکالمے میں تاثیر اور قوت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب پیغام کی زبان آسان، نرم اور قابل فہم ہو۔ اسلام جنگ وجدل کی بجائے افہام و تفہیم اور مکالمے پر زور دیتا ہے۔ جب بھی آپؐ کو جنگ اور امن میں سے کسی ایک پہلو کو اختیار کرنے کا موقع ملا تو آپؐ نے ہمیشہ امن کو ترجیح دی۔ میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ (6ھ) اس مکالمے کی واضح مثال ہے جس میں آپؐ نے ایسی شرائط کو بھی قبول کر لیا جس میں بظاہر مسلمانوں کی پسپائی کا تاثر تھا۔ مسلمانوں کی دل شکنی ہوئی اور انہوں نے احتجاج بھی کیا لیکن آپؐ نے امن کو جنگ پر ترجیح دی کیونکہ آپؐ اپنے نور بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ امن کی صورت میں جب اسلامی اور مشرکانہ تہذیب کے درمیان آزادانہ ماحول میں مکالمہ ہوگا تو قریش اور دیگر قبائل کو مسلمانوں کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔ عصر حاضر میں بھی مسلمانوں کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔ اسلام کے ساتھ کشمکش میں مدّمقابل مغرب کا سامراجی نظام اور سیکولر طبقہ ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں دو طرح کے تحفظات رکھتے ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق اسلامی تاریخ اور نظام معاشرت سے ہے جو ان کے طرز معاشرت سے ٹکراؤ رکھتا ہے۔ دوسری قسم دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ مغرب کے ساتھ ہمارا مکالمہ اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک ہم سیرت رسولؐ اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں کھلے ذہن اور مکمل تیاری کے ساتھ ان تمام تحفظات پر بات کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ اسلام کے بارے میں یہ غلط تاثر پھیل گیا ہے کہ اسلام میں بنیادی انسانی حقوق کو پامال کیا جاتا ہے ہمیں مکالمات رسولؐ کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے ان پر یہ واضح کرنا ہوگا کہ اسلام تمام انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور اس کے عطا کردہ حقوق ہی فطری بنیادوں پر مبنی ہیں۔

اسلام کے بارے میں اہل مغرب کو جو غلط فہمیاں ہیں ان میں اسلام کا تصور جہاد اور خلافت کا قیام ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں اسلام بزور شمشیر پھیلااور اگر مسلمان دوبارہ طاقت میں آگئے تو وہ پوری دنیا میں خلافت کا نظام نافذ کردیں گے۔ ان کے ساتھ ہمارا مکالمہ اس پہلو پر ہونا چاہیے کہ اسلام کے سپین، وسطی ایشیاء اور برصغیر تک پھیلنے کی بڑی وجہ اسلامی تعلیمات کی کرشمہ سازی اور مسلمان مبلغین کی انتھک کوششیں ہیں۔ دنیا کے کتنے علاقے ایسے ہیں جہاں اسلامی فوجوں کا کبھی بھی داخلہ نہیں ہوا لیکن اسلام وہاں بھی موجود ہے۔ اور مسلمانوں کا خلیفہ عیسائیوں کے پوپ کی طرح خدا کا نمائندہ نہیں ہے جس کی کسی بات کو نہ تو چیلنج کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی دلیل کا پابند ہے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ " دس سالہ مدنی زندگی میں رسول اللہؐ کا اقتدار شہر مدینہ سے پھیل کر جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین کے دس لاکھ مربع میل پر محیط ہوگیا۔ اس عرصہ میں آپؐ کو بہت سی لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں لیکن اس پوری فتح کے لئے دشمن کے بمشکل ڈھائی سو آدمیوں کا خون بہایا اور (اگر بئر معونہ میں دھوکے سے اور اُحد میں فوجی نافرمانی کے نتیجے میں قتل شدہ 130 آدمی مستثنیٰ کردیئے جائیں تو) مسلمانوں کے بمشکل ایک سو آدمی مارے گئے۔ غرض عہد نبویؐ میں دس سال اوسطاً روزانہ دو سو چھتّر مربع میل کا رقبہ فتح ہوا اور مسلمان فوج سے دس سال تک اوسطاً ماہانہ صرف ایک آدمی مارا جاتا رہا۔[25] اسی حساب سے اگر دیکھا جائے کہ لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اوسط کیا ہے تو وہ اعداد و شمار بھی حیرت انگیز ہوں گے۔ ایسا کیونکر ممکن ہوا؟ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کے حسن اخلاق اور بلند تر کردار کی بدولت یہ ناقابل تسخیر پہاڑ سر ہوئے۔ قرآن و سنت کی روح یہی ہے کہ اپنے عقائد و نظریات پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے مذہبی و تہذیبی تعصب، جارحیت اور تصادم سے گریز کیا جائے اور تہذیبوں کے مابین انسانی، اخلاقی، علمی، فکری، معاشرتی، سیاسی اور تجارتی مکالمے کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا جائے۔

نرمی اور خوش کلامی کا فروغ:

نرم خوئی اور خوش کلامی ایک ایسا عمل ہے جو لوگوں کے دل جیتنے کے کامیاب نسخوں میں سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ[26]

---

[25] حمید اللہ، قانون بین الممالک (مکتبہ ابراہیمیہ، دکن، ۱۳۶۴ھ)، ص: ۳۴

Hameed ullah, Qanon bain al Msalik(Maktabh Ibrahimiyah,Dakan,1364 H),p: 34

[26] سورۃ آل عمران ۳: ۱۳۴

"جو لوگ خوشی اور غمی (دونوں ہی حال) میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے پر قابو رکھتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ہی اس رویے کو اپنائے رکھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک گنوار شخص اونٹنی پر سوار آن پہنچا۔ اونٹنی کو مسجد کے اندر لایا اور اسے دروازے سے باندھ دیا۔ خود بے باکی سے حضورؐ کی مجلس میں در آیا۔

ضمام: ابن عبدالمطلب کون ہے؟ رسول اللہؐ:۔ میں ہوں! ابن عبدالمطلب

ضمام: میں نجد کا رہنے والا ہوں مجھے میرے قبیلہ والوں نے حقیقت حال معلوم کرنے کو بھیجا ہے۔

" انی سائلک فمشدد علیک فی المسئلة فلا تجد علی فی نفسک" میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میرا لہجہ سخت اور درشت ہے۔ اُمید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے۔

رسول اللہؐ: جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو میں دل میں میل نہیں لاؤں گا۔ ضمام: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کو رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول اللہؐ: ہاں! خدا گواہ ہے۔ اُس نے سچ کہا ایسا ہی ہے۔ ضمام: آسمان کس نے بنایا ہے۔ رسول اللہؐ: اللہ نے۔ ضمام: اور زمین کا خالق کون ہے؟ رسول اللہؐ: اللہ۔ ضمام: یہ پہاڑ کس نے قائم کیے اور ان میں قسم قسم کی چیزیں کس نے پیدا کیں۔ رسول اللہؐ: اللہ نے۔ ضمام: اسی کی قسم جس نے آسمان و زمین پیدا کیے، سچ بتائیں کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسول بنایا ہے؟

رسول اللہؐ: ہاں! ضمام: آپ کے قاصد نے ہم سے بھی کہا تھا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔

رسول اللہؐ: اس نے سچ کہا۔ ضمام: اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو پیغمبر بنایا سچ بتایئے۔ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کا آپؐ کو حکم دیا ہے؟ رسول اللہؐ: ہاں! ضمام: آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے اموال پر زکوۃ فرض کی گئی ہے؟

رسول اللہؐ: اس نے سچ بات کہی ہے۔ ضمام: آپ کے ایلچی نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم پر ہر سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں؟ رسول اللہؐ: ہاں! اس نے درست کہا۔ ضمام:۔ آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم میں ہر اس شخص پر جو صاحب استطاعت ہو، حج فرض ہے۔ رسول اللہؐ:۔ میرے سفیر نے سچ کہا۔ ضمام بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر مبعوث کیا ہے۔ نہ تو میں ان احکام میں کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی جو دین آپ

Sorat Aal e Imran, 3: 134

لائے ہیں۔ میں اس کو قبول کرچکا ہوں۔ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جو میرے پیچھے ہے۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ میں بنو سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔ رسول اللہؐ:۔اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے تو یقیناََ جنت میں جائے گا۔[27]

اس مکالمے سے جہاں آپؐ کے شفقت و رافت اور حلم و تواضع جیسے اخلاق حسنہ کا اندازہ ہوتا ہے وہاں آپؐ کے عفو و در گزر اور خوش کلامی کی بھی عکاسی ہوتی ہے کہ مدعو ادب اور لحاظ کے بغیر اور نہایت درشت لہجے اور اکھڑ پن میں گفتگو کرتا ہے اور پورے مکالمے میں اس کا لہجہ درشت رہتا ہے۔ اس کے باوجود آپؐ نہایت نرمی و اطمینان اور خوش خلقی سے اس کے سوالوں کے جواب عنایت فرماتے ہیں۔اور ماتھے پر شکن تک نہیں لاتے۔ اسی عظیم خلق کی گواہی تو اللہ نے بھی دی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[28] "اور بے شک آپؐ بہترین اخلاق کے حامل ہیں"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایابئس اخو العشيرة، و بئس ابن العشيرة" یہ اپنے خاندان میں ایک برا بھائی ہے اور اپنے خاندان میں ایک برا بیٹا ہے۔"

جب وہ شخص حاضر ہوا تو آپؐ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئے اور مسکرا کر نرمی سے بات فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپ نے اس کے (اخلاق کے) بارے میں کچھ سختی والی بات فرمائی تھی لیکن جب گفتگو کی تو اس کی طرف اچھی طرح متوجہ ہوئے اور نرمی کے ساتھ فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے عائشہ! متى عهدتني فحاشا إن شر الناس منزلة عند الله يوم القيامة،من ودعه،أو تركه الناس اتقاء فحشه۔[29]

---

[27] البخاری، صحیح بخاری،کتاب العلم، باب ما جاء فی العلم. وقولہ تعالی: {وقل رب زدنی علما}, حدیث: ٦٣
Al Bukhari, Al Jamy al Saheeh, Hadith : 63

[28] سورۃ القلم ٦٨: ٤
Sorat Al Qlam, 68: 4

[29] مسلم، صحیح مسلم،کتاب البر والصلۃ والاداب (دار الغرب الاسلامی، بیروت،١٩٩٨ء)، حدیث: ٦٠٣٢
Muslim, al Jame Al Saheeh, Kitab Al Bir wa Al Sila wa Al Adab(Dar ul Gharb al Islami, Bairot, 1998AS), Hadith : 6032

"تم نے مجھے کب بد کلامی کرنے والا پایا، بے شک قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے بری جگہ پر وہ شخص ہو گا جسے لوگ اس کی بد کلامی کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں۔" اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کی بد اخلاقی کے باوجود اس سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔شاید ہماری خوش اخلاقی سے اس کے اندر کوئی مثبت تبدیلی آ جائے۔

احترام انسانیت کے آئینہ دار:

اسلام نے احترام انسانیت کا نہ صرف درس دیا ہے بلکہ اس پر انتہائی عمل پیرا ہونے کا حکم بھی دیا ہے۔ قران کریم میں صراحتاً ارشاد ہے: ولقد کرمنا بنی آدم[30] "اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت عطا کی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت شاہد ہے کہ آپؐ نے سماج کی ہر سطح پر امن و محبت، بھائی چارہ اور خیر خواہی کی تعلیم دے کر تکریم انسانیت کو اپنے عروج تک پہنچایا۔ بحیثیت انسان ہر شخص کی جان، مال، عزت وآبرو کو قابل احترام قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صحابہ نے رسول اللہؐ سے دریافت فرمایا۔

یارسول اللہؐ: بہترین آدمی کی کیا نشانی ہے۔رسول اللہؐ: ہر وہ شخص جو صدوق اللسان ہو، مخموم القلب ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے نبیؐ! صدوق اللسان شخص تو ہم پر واضح ہو گیا۔ مخموم القلب سے کیا مراد ہے؟

رسول اللہؐ: اس سے مراد ایسا شخص جو دل کا صاف ہو، جو نہ گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہو اور نہ اس پر ظلم و تعدی کا بار ہو۔ جس کا دل کینہ و حسد سے پاک ہو۔[31]

آپؐ کے اس مکالمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کی دل آزاری سے اجتناب برتے اور ان کے ساتھ جھوٹ اور ظلم کا معاملہ روا نہ رکھے۔ درج بالا سیرت نبویؐ کی مثالوں سے ہم عصر حاضر کے حوالے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

نتائج بحث:

---

[30] سورۃ بنی اسرائیل: ۷۰: ۱۷

Sorat Bani Israil, 70: 17

[31] ابن ماجہ،، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی (داراحیاء الکتب العربیہ، س ن) حدیث: ۴۲۱۶

Ibn-e- Majah, Muhammad bin yazid, Sunan ibn Majah, Kitab Al Zuhd, Bab Alwraa wa Al Taqwa(Dar Ahya al kutab al Arbiyah, s, n), Hadith: 4216

1۔ مکالمہ عربی زبان کے لفظ ک ل م سے مشتق ہے جس کا مطلب لفظ، بات، جملہ، قصیدہ، آپس میں بات چیت یا ہم کلام ہونا ہے۔ یعنی مکالمہ سے مراد گفتگو یا بات چیت کرنا ہے۔ اسے انگریزی میں Dialogue کہا جاتا ہے جو لاطینی زبان سے لیا گیا ہے۔ مکالمہ میں متکلم اور مخاطب کے درمیان براہ راست گفتگو ہوتی ہے۔

2۔ کائنات کی ابتدا کے ساتھ ہی مکالمات کی ابتدا ہو گئی تھی یعنی مکالمہ کی ابتدا کا اصل ماخذ خود اللہ سبحانہ کی ذات ہے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر انبیاء کرام کے ساتھ مکالمات بیان ہوئے ہیں۔

3۔ خدائے بزرگ و برتر نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دین اسلام کی تکمیل فرمائی۔ آپؐ کے مکالمات فصاحت و بلاغت کا عظیم نمونہ اور دعوت و تبلیغ اور اسلام کا پیغام مشرق و مغرب تک پھیلانے کا ذریعہ ہیں۔

4۔ تاریخ میں مکالمات نے تعلیم وتدریس میں اہم کردار ادا کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی تعلیم وتربیت کا بہت زیادہ خیال کرتے تھے۔ آپؐ نے صحابہ کو حسن معیشت، شجاعت و بسالت، عدالت و فقاہت اور رحمت و مودت جیسی صفات کی تعلیم دی۔ یہود و نصاریٰ کے نسلی تفوق کو ختم کرکے وحدت انسانی اور تقویٰ کا نعرہ بلند کیا۔

5۔ اسلام جنگ وجدل کی بجائے افہام و تفہیم کا داعی ہے۔ رسول اللہؐ نے دیگر قوموں سے مکالمے کے لیے صحابیوں کو ان کی زبانیں سیکھنے، سفارتی وفود اور مراسلے بھیجنے کا انتظام کیا تاکہ اسلام کا واضح تصور پیش کیا جاسکے۔

6۔ عصر حاضر کی خرابیوں اور مسائل کو دور کرنے کے لیے مکالمات اور سیرت نبویؐ ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر شخص دعوت اصلاح و تبلیغ کو اپنی ذمہ داری سمجھے تو ریاست مدینہ کی طرز پر ایک مثالی معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم

Al Quran ul Karim

۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

Al Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al Jame al saheeh, Dar Toq al Nijat,1422H

۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸م

Muslim, al Jame Al Saheeh,Dar ul Gharb al Islami, Bairot, 1998AS

۴۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸م

Tirmizi, Muhammad bin Eesa, Sunan Tirmizi,dar al gharb al islami, Bairoot,1998

۵۔ بیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، السنن الکبری(تحقیق: محمد عبد القادر عطا)،دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

Behiqi, Ahmad bin al Hussain, Al Sunan al Kubra(tehqiq: Muhammad Abdul Qadir Ata),Dar al Kutab al Ilmiyah, Bairoot, 1424)

۶۔ ابن ماجہ، ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، داراحیاء الکتب العربیہ، س ن

Ibn-e- Majah, Muhammad bin yazid, Sunan ibn Majah, Dar Ahya al kutab al Arbiyah, s, n

۷۔ ابن ہشام، عبدالمالک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (تحقیق، طہ عبدالرءوف سعد، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

Ibn e Hshaam, Abdul Malik Bin Hshaam, Alseerat al Nabviyah le Ibn e Hshaam (Tehqiq, Taha abd al Raof Saad) ,Dar al Jabal,Bairoot,1411H

۸۔ حمید اللہ، قانون بین الممالک، مکتبہ ابراھیمیہ، دکن، ۱۳۶۴ھ

Hameed ullah, Qanon bain al MsalikMaktabh Ibrahimiyah,Dakan,1364 H

۹۔ عمر فی (الدکتور) احمد مختار عبد الحمید، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، عالم الکتب، ۱۴۲۹ھ

Umar fe (Al daktor) Ahmad mukhtar Abdul Hameed, Mojim al Lughtah al Arbiyatah al Moasiratah Aalim al kutab, 1429

۱۰۔ فیض اللہ منصور (پروفیسر) نقوش رسولؐ نمبر ۷ (مکالماتِ رسولؐ)، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۴ء

Faiz u Allah Mansoor(professor) Naqosh Rasol number 7 ,Mkalmat Rasol s.a.a.w.) Idara Frogh Urdu, Lahore,1984A

۱۱۔ فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، س ن

Feroz ud din, Feroz al Lught,Feroz sons private limited, Lahore, s, n

۱۲۔ بلیاوی، ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ، مصباح اللغات، المصباح، لاہور، س ن

Balilawi, Abo al Fazal Molana Abdul Hafeez, Misbah al Lughat, Al Misbah, Lahore, s, n